حقوق الوالدین

مصنفہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح

ناشر

ادارۂ اشرف العلوم نانک واڑہ کراچی

لاہور میں ملنے کا پتہ : ادارہ "اسلامیات" انارکلی۔ لاہور

ازالۃ الرین عن حقوق الوالدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

امابعد حمد و صلوٰۃ کے مؤلف رسالہ ہذا اپنے برادران اسلامی کی خدمت میں گذارش کرتا ہے کہ عرصے سے دیکھتا تھا کہ بعض اسلامی بھائی ادائے حقوق والدین میں اسقدر زیادتی اور مبالغہ کرتے ہیں کہ جس سے دیگر اہل حقوق کے حق ضائع ہوتے ہیں۔ اور حضرت ذوالجلال والاکرام کی نافرمانی ہوتی ہے۔ اور پھر اس برتاؤ کو عمدہ شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شریعت نے ہم کو اطاعت والدین اسی طرح سکھلائی ہے۔ اور اپنی کج فہم کے موافق آیات واحادیث پیش کرتے ہیں۔ سو اس ناشائستہ حرکت کو دیکھکر دل دُکھتا تھا اب بفضل خالق اکبر ایک مضمون اس بارے میں لکھنے کا قصد کیا اور اپنے پیارے پروردگا رحیم و کریم سے اختتام رسالہ اور راہ صواب کی دعا۔ کی، اللہ تعالیٰ بطریق حق اس کتاب کو پورا فرماوے۔ آخر میں ایک مفید تذئیل اضافہ کیجائے گی جس میں حقوق شوہر اور حقوق استاد کا مبالغہ بیان ہوکر امر حق واضح کیا جاوے گا۔ اصل مقصود رسالہ پانچ امور مذکورہ ہیں، مگر ضمناً اور فوائد بھی بیان کیے جاویں گے۔ یخوب سمجھ لینا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم کو حق تعالےٰ نے اپنی اطاعت کے لئے پیدا کیا ہے اور مقصود اور مستقل بالذات ہمارے ذمہ اس خالق اکبر ہی کی تابعداری ہے۔ اور باقی جن حضرات کی تابعداری ہمارے ذمہ اللہ پاک نے لازم کی ہے وہ مقصود بالغیر اور تابع ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اصل تابع پر ہمیشہ اور مقصود ذریعہ پر دوامًا مقدم ہوا کرتا ہے۔ اگر وسیلہ اور فرع کی اطاعت سے اصل اور مقصود کی تابعداری میں نقصان ہوگا تو وہ تابعداری مذموم اور ناجائز ہوگی، حسب قواعد عقلیہ ونقلیہ وعرفیہ۔ ورنہ اصل کا فرع اور فرع کا اصل ہونا لازم آوے گا۔ اور یہ قلب موضوع

ہے جو باطل، اور مقصود سے دُور ہے۔ پس اس قاعدہ کلیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے آیات اور احادیث وغیرہ سے مقصود کو ثابت کرتا ہوں، خوب غور سے سمجھئے، یہ رسالہ انشاء اللہ تعالیٰ عوام و خواص کی غلطی رفع کرے گا۔ بعض خواص بھی بوجہ عدم تدبر اس مغلطہ عظیمہ میں مبتلا ہیں۔ واللہ یقول الحق ویھدی السبیل اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم ؕ

آغازِ مقاصدِ کتاب

(۱) پارہ پندرہ سورہ بنی اسرائیل وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ؕ رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِکُمْ ؕ اِنْ تَکُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّہٗ کَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا ؕ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ؕ **ترجمہ** یہ ہے۔ اور قطعی حکم دیدیا تیرے رب نے کہ کسی کو نہ پوجو اس (اللہ) کے سوا۔ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک (کرو) اگر پہونچ جاویں بُڑھاپے کو تیرے سامنے والدین میں کا ایک یا دونوں (بُڑھاپے کی قید اہتمام کے لئے ہے کہ یہ حالت زیادہ تعظیم کی مقتضی ہے۔ اور نیز اس حالت میں انکو خدمت کی زیادہ حاجت ہے، اور ایسی حالت میں اولاد کو بوجہ شفقت شدید غصہ آنے کا احتمال ہے، ورنہ بغیر بڑھاپے کی حالت کا بھی یہی حکم ہے۔ چنانچہ سورہ لقمان کی آیت وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا اور ان کا ساتھ دے

عہ قال الفقیہ ابو اللیث قال صلی اللہ علیہ وسلم المعروف حسن الصحبۃ بالمعروف ان تطعمہما اذا جاعا وتکسوھما اذا عریا ۱۲ ت ۴ ۴

دنیا میں عمدہ طور پر) اس حکم کو مطلقاً ثابت کرتی ہے۔ اس لئے کہ ایذائے والدین ایسے
ساتھ دینے کے خلاف ہے۔ جس کا حکم ہے اور جس لفظ کا کہنا حالت بڑھاپے میں حرام
کیا گیا ہے وہ ایذا ہے خوب سمجھ لو) تو اُن کو ہوں بھی نہ کہنا۔ اور نہ اُن کو جھڑکنا۔ اور کہہ
اُن سے تعظیم کی بات اور جھکا دے اُن کے آگے عاجزی کا بازو (یعنی عاجزی کا برتاؤ
کر) نیاز سے۔ اور کہہ اے میرے پروردگار ان پر رحم فرما۔ جیسا انھوں نے مجھے چھوٹے
سے کو پالا ہے۔ تمھارا رب خوب جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے اگر تم سعادتمند
ہو گے تو وہ رجوع لانے والوں کو بخشتا ہے۔ (یعنی سعادت سمجھ کر والدین کی خدمت
کرنا یا ایک بوجھ سمجھ کر نباہنا سب کچھ ہم خوب جانتے ہیں۔ البتہ اگر نیت نیکی پر ہو
اور کسی وقت تنگ دلی یا غصہ میں کچھ ناراض کر بیٹھو اور پھر توبہ کر لو تو ہم (اپنی نافرمانی
کا گناہ) معاف کر دیں گے۔ (اور خود اُن سے بھی کہ جن کا قصور کیا ہے بحالت
قدرت معافی مانگنا ضرور ہے۔ مجبوری میں اُن کے لئے کثرت سے استغفار کرے۔
حق تعالیٰ قیامت میں معاف کرا دیں گے۔ اور سعادت مند ہونے کی قید خصوصیت
سے معافی کے لئے ہے ورنہ گناہ تو کسی طریق پر ہو سچی توبہ سے معاف کر دیا جاتا ہے۔)
اور دے قرابت دار کو اس کا حق، اور محتاج کو اور مسافر کو مت اُڑا بکھیر کر
(حق تعالیٰ نے حدّ اعتدال قائم رکھنے کو حقوق والدین کے متصل دیگر حقوق کا ادا کرنا
بھی فرض کر دیا، کیونکہ احتمال تھا کہ اس شد و مد کے ساتھ والدین کی اطاعت
کا حکم دیکھکر کوئی شخص کسی دوسرے کے ادائے حقوق کو محض معمولی بات خیال
کر کے اس کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتا اور رضائے والدین کو مقدم کرتا مثلاً
والدین کہتے کہ تو اپنے اہل وعیال کو ایذا دے، خورد ونوش واجب میں کمی کر تو یہ کرنے لگتا
پس رحیم وکریم نے یہ بتلا دیا کہ ہر چیز کی حد ہے، والدین کی وجہ سے کسی دوسرے
کی حق تلفی نہ کرو یہ وجہ ربط ہے دونوں مضمونوں میں، دوسری وجہ یہ کہ اوّل والدین

کا حق بیان کیا جو نہایت مؤکد ہے۔ پھر دیگر اہل قرابت اور دوسرے حضرات کے حقوق کا بیان کیا، پس اعلیٰ کو مقدم اور ادنیٰ کو مؤخر کیا) **(فوائد)** اس آیت سے والدین کو اُف (یعنی ہوں) کہنا منع ثابت ہوا (اور جو دوسرا لفظ یا برتاؤ ایسا ہی ہو اس کا بھی حکم یہی ہے) اور وجہ اس لفظ کے ممنوع ہونے کی حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایذائے والدین بیان فرمائی ہے۔ یعنی اس لفظ اور مثل اس کے دیگر الفاظ اور برتاؤ سے اُن کو رنج پہونچتا ہے، کیونکہ یہ کلمہ ہتک اور بے عزتی کا ہے۔ پس قاعدۂ کلیہ یہ ہوا کہ جس بات میں والدین کو واقعی ایذا ہو (جو عند الشرع معتبر ہے) وہ برتاؤ قولی ہو یا فعلی اُن کے ساتھ منع اور حرام ہوگا اور جس برتاؤ سے رنج مذکور بشروط مذکورہ نہ ہو وہ منع نہ ہوگا۔ اس علت اور حکم کا ہر جگہ خیال رکھئے، تمام احکام کا مدار اسی علت پر ہے۔ اور قرآن میں اس آیت سے زیادہ کسی آیت میں حقوق والدین کی شدت نہیں بیان ہوئی۔ اگر یہ لفظ یا اس کے مثل کسی قوم میں بطور تعظیم بولا جاتا ہو تو اس کا اطلاق والدین پر جائز ہوگا۔ چنانچہ فقہاءؒ نے تصریح کی ہے، چند مسائل اس علت پر مبنی کر کے بطور نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں۔ پھر جن احادیث سے لوگوں کو شبہ پڑا ہے اُن کو نقل کر کے جواب معقول قلمبند کروں گا۔ اور بعض احادیث

لہ روی عن بعض التابعینؒ انہ قال من دعا لابویہ فی کل یوم خمس مرات فقد ادی حقہما لان اللہ تعالیٰ قال ان اشکر لی ولوالدیک الی المصیر فشکر اللہ تعالیٰ ان یصلی فی کل یوم خمس مرات وکذالک الوالدین ان یدعو لہما فی کل یوم خمس مرات کذا قال الفقیہ ابو اللیث قدس سرہٗ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو علم اللہ شیئاً من العقوق ادنیٰ من اف لنہی عن ذلک فلیعمل العاق ما شاء ان یعمل فلن یدخل الجنۃ ولیعمل البار ما شاء ان یعمل فلن یدخل النار رواہ الفقیہ الممدوح قلت لہ ینبغی ان یتصدق عنہم ازادی الزکوٰۃ وغیرہا وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یجزی ولد والدا الا ان یجدہ مملوکاً فیشتریہ فیعتقہٗ مروی بسند صحیح ۱۲

جو غیر معتبر ہیں اس باب میں وہ بھی اس کے بیان غیر معتبر کے ساتھ نقل کروں گا۔

(۱) جو سفر (خواہ تجارت کا سفر ہو خواہ حج وغیرہ کا بشرطیکہ وہ سفر فرض وواجب نہ ہو) ایسا ہو جس میں غالب ہلاکی کا اندیشہ نہیں بغیر اجازت والدین درست ہے۔ اگر والدین اس سفر سے منع کریں تو اُن کے کہنے سے سفر نہ کرنا ضروری نہیں۔ چنانچہ یہ مسئلہ درمختار اور عالمگیری میں موجود ہے۔ اور جو سفر فرض یا واجب ہو اس میں تو بطریق اولیٰ یہ حکم ہوگا جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب والدین اپنی ضروری خدمت کے محتاج نہ ہوں۔ خواہ اُن کو حاجت ہی نہ ہو یا ہو تو دوسرا کوئی ضروری خدمت کرنے والا موجود ہو۔ وجہ یہ ہے کہ مذکورہ صورتوں میں والدین کو کوئی رنج و تکلیف واقعی اور قابل اعتبار نہیں جیسا کہ ظاہر ہے اس لئے اس صورت میں والدین کے خلاف کام کرنا درست ہے نہ حرام نہ مکروہ۔

(۲) اگر والدین کو ضروری حاجت کے لئے (جس کو شریعت نے ضروری کہا ہے مثلاً طعام و لباس وغیرہ و ادائے قرض) خرچ کی ضرورت نہ ہو اور اولاد کے پاس اپنی ضروری حاجت سے روپیہ یا دوسری قسم کا مال زائد ہو اور والدین اولاد سے طلب کریں تو اولاد کو دینا ضروری نہیں۔

(۳) والدین بغیر احتیاج خدمت نوافل پڑھنے کو منع کریں یا کسی دوسرے غیر ضروری کام کرنے سے روکیں تو اس صورت میں اُن کا کہنا ماننا ضروری نہیں۔ ہاں اگر وہ خدمت ضروری کے محتاج ہوں اور نوافل وغیرہ میں مشغولی اُن کو تکلیف دے اور کوئی دوسرا خادم نہ ہو تو اولاد پر ضرور واجب ہے کہ نوافل وغیرہ چھوڑ کر اُن کی خدمت کرے۔

(۴) اگر والدین حقہ نوش ہوں اور حقہ پینا بغیر کسی مرض اور معذوری کے ہو اور اولاد سے حقہ تیار کرنے کی فرمائش کریں (حقہ پینا سخت مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر

کوئی خاص حقّہ ہو اور اس سے کسی ضرر اور بدبو منھ میں پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ یا کوئی ایسا مرض ہو کہ سوائے حقّہ کے کسی وجہ سے دوسرا علاج ممکن نہ ہو تو شرعاً بلا کراہت اجازت ہے۔ صاحب مجالس الابرار نے نہایت تحقیق اور تفصیل سے حقّہ کی مذمت ثابت کی ہے) تو اولاً پر اس کہنے پر عمل کرنا ضروری نہیں بلکہ ایک فعل مکروہ کا مرتکب ہونا ہے جو شرعاً مذموم ہے۔ اور ضرورت کی حالت میں جس کی تفصیل بیان ہو چکی اس فرمائش کی تعمیل واجب ہے۔

(۵) اگر کسی کی بیوی سے کوئی (واقعی) تکلیف اور رنج اس شخص کے والدین کو نہ پہونچتا ہو خواہ والدین اُس شخص کو حکم کریں کہ تو اپنی عورت کو طلاق دیدے، تو اِس کہنے کی تعمیل اُس آدمی پر ضروری نہیں بلکہ ایسی صورت میں طلاق دینا عورت پر ایک طرح کا ظلم کرنا ہے۔ طلاق اللہ پاک کے نزدیک بڑی بُری چیز ہے فقط مجبوری میں جائز رکھی گئی ہے خواہ مخواہ طلاق دینا ظلم اور مکروہ تحریمی ہے۔[عہ] نکاح تو وصال کے لئے موضوع ہے یہ فراق بلا وجہ کیسے روا ہو سکتا ہے۔ وفصّلہٗ[عہ] ابن الہمامؒ فی فتح القدیر وحقّقہٗ۔

عہ لا ترد علینا حال سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما الطلقات کثیرۃ لازواجہ کما ہو مذکور فی الکتب فانہ لا یظن انہ کان یفعلہ بغیر سبب ولو فرضنا کذالک فہو قیاس الصحابی فلا یلزم علینا اتباعہ ۱۲

عہ قال الشیخ ابن الہمام فی کتاب الطلاق من فتح القدیر ولا یخفی ان کلامہم فیما سیاتی من التعالیل یصرح بانہ محظور لما فیہ من کفران نعمۃ النکاح وللحدیثین المذکورین وغیرہما وانما ابیح للحاجۃ والحاجۃ ما ذکرنا فی بیان سببہ فبین الحکمین منہم تدافع فالاصح حظرہ الا لحاجۃ للادلۃ المذکورۃ ویحمل لفظ المباح علی ما ابیح فی بعض الاوقات اعنی اوقات تحقق الحاجۃ المبیحۃ انتہی الی ہہنا کلامہ ثم طول کلامہ فان شئت فارجع الیہ ۱۲

(۶) اگر والدین کسی گناہ کا حکم دیں کہ فلاں گناہ کرو، مثلاً فرمائیں کہ اہل حق کی مدد نہ کرو، یا زکوٰۃ نہ دو یا دینی تعلیم نہ کرو یا اور کوئی ایسی ہی بات کا حکم دیں تو ان صورتوں میں ان کا کہنا ماننا حرام ہے اور ان کی مخالفت فرض ہے۔ جب کہ وہ کام ضروری ہو جس سے وہ روکتے ہیں، ہاں اگر اُن کو کوئی (واقعی اور سخت) تکلیف ہو مثلاً وہ بیمار ہوں، اور کوئی خادم نہ ہو اور نماز کا وقت ہو اگر ان کی خبر گیری نہ کی جائے تو سخت تکلیف کا اندیشہ ہے۔ پس ایسی صورت میں اگر وہ نماز قضا کرنے کو کہیں تو قضا کر دے، پھر کسی وقت قضا پڑھ لے۔ اور اگر کسی مستحب کام سے روکیں اور اپنی کسی ضروری حاجت (واقعی اور معتبر) کی وجہ سے روکیں تو اُن کے حکم کی تعمیل واجب ہے۔ اور خواہ مخواہ روکیں تو واجب ہے۔

(۷) اگر والدین کہیں کہ تم ہماری فلانی اولاد کو (کہ وہ صاحب حاجت نہیں ہے) اس قدر رقم دیدو تو باوجود گنجائش کے بھی یہ رقم دینا واجب نہیں۔ (یہاں تک مع نظائر یہ بیان ہوگیا کہ کس کس جگہ والدین کے حکم کی تعمیل واجب اور کس مقام پر منع ہے اور کس مقام پر جائز ہے۔ غرض ہر جگہ اطاعت والدین ضروری نہیں)

(۹) حدیث میں ہے کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنا افضل ہے نماز سے اور روزہ سے اور حج سے اور عمرہ سے اور جہاد سے راہ خدا میں (یہ حدیث ثابت نہیں اس لئے قابل اعتبار نہیں۔ اور اس کو حدیث کہنا روا نہیں جیسا کہ امام شوکانیؒ نے مختصر سے نقل کیا ہے۔ فوائد مجموعہ میں اور قاعدۂ شرعی کے خلاف ہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا)

(۱۰) مشکوٰۃ باب البر والصلہ میں بروایت ترمذی مذکور ہے رضائے پروردگار رضائے والدین میں ہے (یعنی والدین اگر راضی رہیں تو اللہ تعالیٰ بھی راضی رہے اور اگر وہ ناراض رہیں تو خدا بھی ناراض رہے) اور ناخوشی پروردگار کی ناخوشی والدین میں ہے۔

ف یہاں سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ ہر کام میں والدین کی رضا لازم ہے ورنہ گناہ ہوگا۔

حالانکہ یہ حکم نہیں۔ پس مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جن امور میں اطاعت والدین شرعاً
سے لازم ہے اُن امور میں اگر کوتاہی کرے گا تو ناراضی حق حاصل ہوگی۔ اور نافرمان
جب ہی ہوگا جبکہ حقوق ضروریہ ادا نہ کرے۔ پس یہ حکم مطلقاً نہیں بلکہ داخل ہے اُسی
قاعدۂ کلیہ میں جو ابتداءً قائم کیا گیا ہے۔ کہ جس بات کے کرنے سے والدین کو تکلیف ہو
وہ کام نہ کرنا واجب ہے۔ اور اس حدیث کا شان نزول خصوصیت بیان حقوق
والدین اور مراد مذکور پر دلالت کرتا ہے جس کو اشعۃ اللمعات میں نقل کیا ہے۔ اور راز
یہ ہے کہ ہر امر میں اطاعت کا حکم دیا جاتا اور اسی طرح عورت کو ہر امر میں خاوند کی
اطاعت کا حکم ہوتا تو بہت سے لوگ عبادت الٰہی سے جو پیدائش انسان سے اصلی
مقصود ہے محروم ہو جاتے اور اپنے اصلی محبوب کی یاد سے اور اس کے ذکر کی حقیقی
لذت اور کمالات عالیہ سے محروم رہتے۔ جس بغیر طالب خالق اکبر کو چین ہی نہیں
اور مقصود بھی وہی ہے جیسا کہ تمہید میں بیان کر چکا ہوں۔ قرآن مجید میں فرماتا ہے
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ۝ "اور ہم نے جن و انسان کو اپنی
عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔"

اور حدیث قدسی جو باعتبار سند ضعیف مگر ہمارے مقصود کو غیر مضر اور باعتبار
تحقیق حضرات اہل کشف صحیح ہے اسی مضمون کو بتلاتی ہے اور وہ یہ ہے کُنْتُ کَنْزًا
مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ "میں خزانہ میں پوشیدہ تھا
پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں سو پیدا کیا میں نے مخلوق کو" پس معلوم ہوا کہ عبادت الٰہی
اور معرفت محبوب حقیقی مقصود ہے پیدائش مخلوق سے پس ہر جگہ اس کو مقدم رکھا جائیگا۔

(۴) مشکوٰۃ کے مقام مذکور میں حضرت ابو الدرداءؓ سے مروی ہے کہ ایک مرد
اُن کے پاس آیا اور کہا کہ میری ایک بیوی ہے جس کے طلاق دینے کا میری ماں حکم
کرتی ہے (آیا طلاق دوں یا نہیں) پس فرمایا اس سے حضرت موصوف نے میں نے

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ باپ (اور ماں) افضل دروازہ بہشت کا ہے (یعنی سبب داخل ہونے جنّت میں افضل دروازے جنّت سے رضائے والد (اور والدہ) ہے۔ پس اگر تو چاہے تو حفاظت کر دروازے کی یا ضائع کر دے اس کو (یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ ظاہر یہی کہ اُس عورت سے اُس مرد کی والدہ کو تکلیف (واقعی) پہونچتی تھی اس وجہ سے طلاق دلانا چاہتی تھی۔ ورنہ خواہ مخواہ طلاق دلانا ظلم ہے اور ظلم پر مدد کرنا ظلم ہے، پس طلاق جو ظلم ہے صورت مذکورہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اس کی کیسے اجازت دے سکتے تھے۔ نیز یہی جواب ہے اُس حدیث کا جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ اُن کے صاحبزادے اپنی بیوی کو طلاق دیدیں اور صاحبزادے طلاق دینا نہیں چاہتے تھے تو انھوں نے جناب سرورِ عالم سے مسئلہ دریافت کیا، آپنے طلاق دینا ارشاد فرمایا۔ ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ جیسے مقبول صحابی کسی پر کیسے ظلم کرتے، اگر بفرض محال ایسا کرتے تو حضور سرورِ عالمؐ کیسے گوارا فرماتے اور ظلم کی کس طرح اعانت فرما سکتے تھے۔ اس حدیث کی تقریر قریب اسی تقریر کے حضرت امام ہمام غزالی قدس سرہٗ نے احیاء العلوم میں فرمائی ہے۔)

(۵) حضرت ابن عباسؓ سے مشکوٰۃ کے باب مذکور میں بروایت بیہقی روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول مقبولؐ نے جو شخص صبح کرے اس حال میں کہ فرمانبردار ہو حق تعالیٰ کا ماں باپ کے حق ضروری ادا کرنے میں تو وہ ایسے حال میں صبح کرتا ہے کہ دو[۲] دروازے جنّت کے اس کے لئے کُھلے ہیں۔ اور اگر والدین میں سے ایک زندہ ہو اور یہ برتاؤ اس کے ساتھ کیا جائے تو بطریق مذکور ایک دروازہ جنّت کا اس کے لئے

ف[۱] اس حدیث کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے ۱۲

کُھلا ہوتا ہے۔ اور اسی طرح جو صبح کرے اس حال میں کہ نافرمانی کرے اللہ تعالیٰ کی والدین کے حقوق (ضروریہ) میں تو دو دروازے جہنم کے کُھل جاتے ہیں۔ اور اگر والدین میں سے ایک زندہ ہو تو ایک دروازہ کُھل جاتا ہے۔ ایک مرد نے عرض کیا کہ اگرچہ والدین اُس پر ظلم کریں (یعنی باوجود اُن کے ظلم وزیادتی کے بھی ان کی اطاعت ہی کرے) حضورؐ اقدس نے تین بار فرمایا کہ اگرچہ وہ دونوں اس پر ظلم کریں (تب بھی اس کو اطاعت ہی چاہئے اور ضرور ہے۔ واضح رہے کہ مطلب یہ ہے کہ والدین کے ظلم کرنے کی وجہ سے جو حقوق اُن کے اولاد پر ضرور ہیں اُن کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے کہ انھوں نے ہمارے ساتھ بُرائی کی ہم بھی ایسا ہی کریں۔ یہ غرض نہیں ہے کہ وہ کسی ایسے کام کا حکم کریں جو شرعاً ظلم ہو اور اس میں ان کا کہنا مانے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق "نہیں ہے کسی طرح کی تابعداری کسی مخلوق کی خالق کی نافرمانی میں"۔ یعنی کسی مخلوق کا کسی قسم کا حکم ماننا جو خالق کے حکم کے خلاف ہو ہرگز جائز نہیں۔ (اور یہ جملہ صورۃً خبر ہے اور مراد اس سے نہی ہے۔ اور نہی بصورتِ خبر ابلغ ہوتی ہے خود نہی کے صیغہ سے۔ پس نہایت تاکید سے یہ امر ثابت ہوا کہ کسی مخلوق کا کوئی کہنا ماننا جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو ہرگز جائز نہیں۔ خوب سمجھ لو)

(۶) بیوی کے نفقہ کے سوا اور اہل قرابت کا نفقہ مرد کے ذمہ اُسوقت واجب ہوتا ہے، جبکہ وہ اس قدر مال کا مالک ہو جس سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے۔ اور والدین بھی اسی حکم میں داخل ہیں۔ اور بیوی کا نفقہ ہر صورت میں فرض ہے خواہ شوہر فقیر ہو یا امیر ہو (حاشیہ شرح وقایہ) پس معلوم ہوا کہ جب تک بقدر مال مذکور مرد کے پاس نہ ہو والدین کا نفقہ (ضروری خرچ) واجب نہ ہوگا۔ اس تقریر سے یہ غرض نہیں کہ انسان والدین سے بے رُخی اور

ان کے ادائے حقوق میں کوتاہی اور ان کی احسان فراموشی کرے کہ یہ تو بہت بُری
بات ہے ، بلکہ غرض اس تمام تقریر سے یہ ہے کہ مبالغہ رفع کر دیا جاوے ۔ وہ حقوق
بھی بیان ہو جاویں جو واجب ہیں اور وہ بھی جو غیر ضروری اور مستحب یا مُباح ہیں ۔ والدین
رب مجازی ہیں ان کا بڑا لحاظ اور بڑی اطاعت کرنی چاہئے اور چونکہ حقوق والدین مشہور
ہیں اُن کے بیان کی حاجت نہیں ۔ نیز یہ کتاب جس مبالغہ رفع کرنے کے واسطے موضوع
ہے وہ اس کا اصلی مقصد ہے ۔ اور صورتِ مذکورہ میں مستحب مؤکد ہے کہ اگر کوئی خاص
مجبوری نہ ہو تو باوجود اس قدر مال نہ ہونے کے بھی ان کی خدمت کرے ۔ اگرچہ خود کو
تکلیف ہو ۔

(۷) والدین کے فرمانے سے مشتبہ مال کا کھانا واجب نہیں[ے] ہوتا اس لئے کہ
اس میں والدین کو کوئی معتبر اور واقعی تکلیف نہیں ، ہاں اگر اولاد مرنے لگے اور سخت تکلیف
ہو اور والدین اصرار کریں کہ مشتبہ مال صَرف کرو اور حلال طیب مال پر اُن کو قدرت نہ ہو
تو اُن کی فرماں برداری کے لئے بقدر حاجت کھالے ۔ ہاں اگر وہ کھانے والا صاحب
قلب صافی اور بزرگ ہو تو جب بھی نہ کھاوے کہ ایسا مال ایسے شخص کو حِسّی اور ظاہری
اور باطنی اور معنوی سخت نقصان دیتا ہے ۔ جیسا کہ بندہ کا اور دیگر حضرات کا تجربہ ہے ۔
اور ایسی صورت میں والدین کی فرماں برداری واجب نہیں ۔ اس لئے کہ اپنی ذات کو
از خود ہلاکی میں ڈالنا ممنوع ہے ۔ اور اس میں نافرمانی خالق ہے ۔ اور مخلوق کی
اطاعت ناراضی خالق میں روا نہیں ۔ اور ایسی صورت میں تکلیف سے اگر مر جاوے اور خراب
مال نہ کھاوے تو بڑا ثواب ہوگا ۔

(۸) لباب النقول میں ہے کہ جنگِ بدر میں ادھر مسلمانوں کے لشکرِ خدائی گروہ

ے وبہ قال بعض العلماء النقلۃ الغزالی قدس سرہ قلت ان من افتی بذلک فہو کان محققا ۱۲

میں حضرت ابو عُبَیدہؓ بن الجراحؓ تھے اُدھر کفار کے لشکر شیطانی گروہ میں اُن کے
باپ جو مُشرک تھے اپنے بیٹے کے جان سے مارنے کی تگ ودو میں لگے ہوئے تھے
حضرت ابو عبیدہؓ نے جب دیکھا میرا باپ کافر مجھکو میرے اسلام کی وجہ سے قتل
کرنا چاہتا ہے۔ اِدھر اُدھر بچے پھرتے رہے۔ آخر کار موقع پاکر باپ کو مار ڈالا
تو آیات ذیل نازل ہوئیں، نیز حضرت ابوبکر صدیقؓ کے باپ ابو قحافہ[1] نے کفر کی
حالت میں سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی ناشائستہ کلمہ مُنہ سے نکالا،
حضرت صدیقؓ نے فوراً مُنہ پر طمانچہ کھینچ مارا وہ گر پڑے اور حضورؐ سے شکایت کی،
سرورعالم نے یہ قصہ حضرت ابوبکرؓ سے دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ یارسول اللہ
اس وقت میرے پاس تلوار نہ تھی۔ ورنہ ایسے بے جا کلمے پر گردن اُڑا دیتا تو یہ آیات
نازل ہوئیں۔ (ان آیات کا شان نزول یہ دو سبب ہیں۔ اور وہ آیتیں سورہ مجادلہ
پارہ ۲۸ میں ہیں، جن کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے" تو نہ پائے گا اُن لوگوں کو جو یقین
رکھتے ہیں اللہ اور روز آخرت پر کہ وہ دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ
اور اس کے رسول کے گو وہ اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے یا اُن کے بھائی ہوں
یا اُن کے کُنبے کے، یہی ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھدیا ہے (یعنی خوب
رچا دیا ہے) اور ان کی تائید کی فیضان غیبی سے اور ان کو داخل فرمائے گا ایسے
باغوں میں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں، ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی
اور وہ اس سے راضی۔ یہ خدائی لشکر ہے۔

سنو جی: اللہ کا لشکر وہی فلاح پانے والے ہیں۔ یہاں سے بخوبی روشن ہوگیا
کہ اللہ پاک کے حق کے سامنے والدین کے حق کی کیا وقعت ہے۔ اور ثابت ہوا

---

[1] یہ بڑے زاہد صحابی ہیں ۱۲ [2] پھر یہ اسلام لے آئے تھے ۱۲

کہ جہاد میں باپ کو خود قتل کرنا درست ہے۔ اور ہدایہ[1] میں جو مسئلہ لکھا ہے کہ جہاد میں اپنے باپ کے مارنے کو دوسرے کو اشارہ کردے خود نہ مارے، سو ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم مستحب ہے۔ کہ ادب پدری بھی ملحوظ رہے گا۔ اور مقصود بھی حاصل ہو جائیگا اور یہ بھی جب ہے کہ دوسرا شخص موجود ہو ایسے موقع پر اس کو بخوبی مار سکے۔ کفر اور فسق کا انجام ذلت ہے۔ پس ادب پدری پورے طور پر نہیں باقی رہ سکتا۔ پس اگر والدین فاسق ہوں تو خوب اچھے طریق پر نصیحت کرے اور اگر ضرورت ہو اور جھڑک دے تاہم کچھ گناہ نہیں بلکہ ثواب[2] ہے۔ معاملہ دینی میں کسی کی رعایت جائز نہیں۔ لیکن حتی المقدور خاص طور پر ادب ملحوظ رکھے۔ جہالت سے نہ پیش آوے۔ متانت اور ادب کا برتاؤ کرے۔ حد شریعت کے اندر اندر خوب سمجھ لو۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے جو اپنے کافر باپ کو باوجود کفر اور نصیحت نہ ماننے کے کوئی تکلیف نہیں دی۔ سو اس وجہ سے کہ اُن کو بظاہر امید تھی کہ یہ نرمی سے نصیحت قبول کریں گے اور اسی شفقت کی وجہ سے استغفار کرنے کا اُن کے لئے وعدہ کیا تھا۔ مگر جب یہ امید منقطع ہو گئی اور معلوم ہوا کہ یہ دشمن خدا ہے۔ اور استغفار بوجہ کفر اُن کو مفید نہ ہو گی تب اُن سے بیزار ہوئے۔

(۹) احیاء العلوم میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ جو خدا کا فرماں بردار نہ ہو اور والدین کا فرماں بردار ہو (تو بوجہ اطاعت والدین نامہ اعمال میں) وہ نیک لکھا جاتا ہے۔ اور جو اس کے خلاف ہو

[1] یدل علیہ ما رواہ الزمخشری عن حذیفۃ انہ استاذن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی قتل ابیہ وھو فی صف المشرکین فقال دعہ یلیہ غیرک انتہی وقلت بالاستحباب تطبیقا بین الاحادیث ولعل ہذا الحدیث ثابت لکن لم اطلع علی وضعہ ولا ثبوتہ فی غیر الکشاف والبیضاوی۔ وتتبعت کتب الموضوعات ۱۲

[2] جھڑکنے کی ممانعت قرآن کی نص صریح میں ہے اور محققین فقہاء نے ایسی صورتیں کہ والدین کسی گناہ میں مبتلا ہوں اور سمجھانے پر بھی باز نہ آئیں، یہ لکھا ہے کہ اولاد کو چاہئے کہ اُن کے لئے دعا پر اکتفا کرے۔ جھڑکنے اور دل آزاری کے طریقہ سے بچے کذا فی خلاصۃ الفتاویٰ ۱۲ محمد شفیع دیوبندی

وہ بد لکھا جاتا ہے۔ (یہ روایت اگر طریق معتبر سے ثابت ہو تو اس سے وہم ہو سکتا ہے کہ طاعت خالق کا درجہ اور حقوق الٰہیہ کا مرتبہ ہر موقع پر حقوق والدین سے کم ہے، مگر ایسا نہیں ہے۔ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ جو شخص طاعت والدین کرے اُن امور میں کہ جہاں ان کی اطاعت جائز ہے خواہ وہ طاعت واجبہ ہو یا مستحبہ ہو تو اُسکی برکت سے حقوق الٰہیہ کا ادا نہ کرنا معاف ہو جاتا ہے۔ اور جبکہ والدین کے ضروری حقوق ادا نہ کرے تو دیگر اعمال متعلق حقوق الٰہیہ ادا کرنے سے یہ نافرمانی والدین معاف نہیں ہوتی، پس نافرمان لکھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ حقوق العباد باوجود قدرت بغیر ادا کیے یا بغیر معافی اصحاب حقوق ساقط نہیں ہوتے کہ اللہ غنی اور بندہ محتاج ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ والدین کا غیر ضروری حکم نہ ماننے سے باوجود اطاعت حقوق الٰہیہ بندہ نافرمان لکھا جائے گا۔ خوب سمجھ لو۔

(۱۰) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کسی باپ نے اپنے بیٹے کی اس کو رنج و ایذا دینے کی شکایت کی۔ آپ نے بیٹے سے وجہ دریافت کی اور کہا تو خدا سے نہیں ڈرتا باپ کا حق بہت بڑا ہے۔ انھوں نے کہا کہ موافق حکم حدیث میرے ان پر (خاص طور پر) تین حق تھے۔ نام اچھا رکھنا۔ تعلیم کرانا اپنی شادی اچھی جگہ (شرعی طور پر) کرنا کہ لڑکے کو لوگ طعنہ نہ دیں۔ لوجہ ماں کے ذلیل و خراب ہونے کے انھوں نے کوئی حق ادا نہیں کیا (بغیر تعلیم کسی کا حق کیسے معلوم ہو سکتا ہی جو ادا کرے) پس حضرت فاروق اعظمؓ نے لڑکے سے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ (اور فرمایا باپ سے کہ تو کہتا ہے کہ میرا بیٹا مجھے ایذا دیتا ہے بلکہ اس کے ایذا دینے سے پہلے تو اس کو ایذا دے چکا ہی، میرے سامنے سے اُٹھ جا" یہ حدیث امام فقیہ ابو اللیث نے روایت کی ہے۔ مختصر کر کے نقل کیا ہے۔ ہر شخص کے حقوق کا لحاظ شریعت میں کیا گیا ہے اور اسی کے موافق مطالبہ ہے) امام علامہ سیوطیؒ نے تذکرہ میں لکھا ہی

کہ حضرت سعیدؒ بن المسیب (یہ بڑے درجہ کے تابعی ہیں۔ علم میں کوئی تابعی اس درجہ کو نہیں پہنچا۔ اور بزرگ تھے اور صاحب کرامت تھے) نے اپنے باپ سے علحدگی اختیار کی اور بالکل چھوڑ دیا (دینی وجہ سے) یہاں تک کہ اُن کی وفاتؒ ہوگئی (حضرت موصوف کی یا اُن کے باپ کی) سبحان اللہ اللہ والے کسی کی رعایت نہیں کرتے۔ خالق اکبر کی مخالفت اُن کو گوارا نہیں گو کوئی راضی ہو یا ناراض ہو۔

(۱۱) ذکر کرنا والدین یا دیگر حضرات کی مالی خدمت و نیز دوسری غیر ضروری خدمتوں سے افضل ہے۔ اور علمی عبادت تو بطریق اُولیٰ افضل ہے۔ یہ مضمون حدیث سے ثابت ہے[۲]۔

الحمد للہ کہ یہاں تک بخوبی ثابت ہو گیا کہ خلاف شرع حکم والدین کا ماننا جائز نہیں۔ اور وہ مقامات بھی معلوم ہوگئے جہاں اطاعت والدین فرض، مستحب ہے۔ الغرض ہر حکم والدین کی تعمیل لازم نہیں۔ اور معتبر حدیث میں ہے کہ نزلوا الناس منازلھم یعنی لوگوں کو ان کے درجوں پر قائم کرو۔ (نہ کسی کو حد سے زیادہ بڑھاؤ اور نہ حد سے زیادہ گھٹاؤ خود افضل البشر سید الانبیاءؐ نے اپنی حد سے زیادہ تعریف کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حالانکہ آپ کا رتبہ والدین وغیرہ سب سے زیادہ ہے) وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ علی سید المرسلین وآلہ اجمعین وسلم۔

تذئیل مفید

(۱) استاد و مُرشد کا بڑا حق ہے۔ لیکن والدین سے کم ہے۔ بعض حضرات سے

---

[۱] لفظہ سعید بن المسیب ہجر اباہ حتی مات وکان الثوری یتعلم من ابی لیلی فمات ابن ابی لیلی ولم یشہد الثوری جنازتہ، وقد نقلتہ لان الاستاذ اب روحی لکن لا یبلغ درجۃ الاب الحقیقی فافہم ۱۲ [۲] قد جاء فی فضل الذکر

حدیث بیہقی ... [illegible]

غلطی ہوئی ہے[1] جنھوں نے استاد و مُرشد کے حق کو والدین کے حق پر ترجیح دی ہے
اور والدین کے حق کو استاد و مُرشد کے حق سے کم فرمایا ہے۔ اور شاید اُن کی دلیل
یہ ہوگی کہ والدین تربیت ظاہری و جسمانی کرتے ہیں اور یہ حضرات تعلیم باطنی اور تربیت
روحانی فرماتے ہیں۔ اور روح و باطن کا فضل جسم پر ظاہر ہے، مگر یہ دلیل نہایت
ضعیف قابل اعتماد نہیں کہ یہ جزئی فضل ہے کلی فضل نہیں۔ پس ایک جہت سے
بزرگی ہونا دوسری جہات سے افضل ہونے کے منافی نہیں۔ اور نہ کہیں قرآن و
حدیث میں اس قدر اہتمام کے ساتھ اُستاد و مُرشد کے حقوق کا بیان ہے۔ جیسا کہ
والدین کے حقوق کا اہتمام شدت سے فرمایا گیا ہے۔ استاد و مُرشد میں فقط تعلیم
کی وجہ سے حق قائم ہوتا ہے۔ والدین بے شمار سختیوں اور بے طمع محبت سے اولاد
کی پرورش کرتے ہیں باوجود اولاد کی گستاخی اور سرکشی کے اپنی اضطراری محبت سے
اولاد پر شفقت کرنے سے اعراض نہیں فرماتے اور جان و دل اُن پر قربان
کرتے ہیں۔ بخلاف اُستاد و پیر کے کہ تھوڑی خفگی کی بھی اس قدر برداشت دشوار ہے۔
جیسا کہ والدین بے شمار سختیوں کا تحمل کرتے ہیں اور جزا بمقدار عمل ہوا کرتی ہے۔
پس چونکہ والدین کا عمل بہت بڑا ہے لہٰذا درجہ بھی بڑا ہوا۔ گو بطریق شذوذ و ندرت
بعض والدین میں شفقت مرشد و استاد سے کم پائی جائے اور بعض استاد و مرشد
میں والدین سے زائد شفقت پائی جائے۔ پس اس کا اعتبار نہیں اس لئے کہ بہت ہی
کم ایسا ہوتا ہے۔ مدار حکم یہ امر نہیں ہو سکتا مدار حکم وہی ہے جو بیان ہوا۔ خوب سمجھ لو۔
اور مرشد و اُستاد کا حق دل و جان سے سعی کر کے ادا کرو کہ ان کے ذریعہ سے انسانیت

---

[1] فلا تلتفت الی ما قال فی عالمگیریہ ناقلاً عن شرح شرعۃ الاسلام من تقدیم حقوق الاستاد علی الابوین فانہ لیس فیہ نص ولا قیاس صحیح ولا اجماع ۱۲ منہ

اور رضائے الٰہی نصیب ہوتی ہے۔ مگر حد کو ملحوظ رکھو۔ یہ مختصر مضمون اس موقع پر کافی ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ اُستاد کے حکم سے بیوی کو طلاق دینا ضرور ہے۔ یہ غلط محض ہے۔ اور ہر موقع پر تو والدین کا بھی اتنا حق نہیں جیسا کہ بیان ہو چکا سوائے عظمت اور تکریم اور ضرورت کے وقت مثل خدمت دیگر حضرات اُن کی خدمت کرنے کے مثل والدین ان کی اطاعت لازم نہیں۔ ہاں قریب واجب ضرور ہے اس موقع پر جہاں والدین کی اطاعت لازم ہے خوب سمجھ لو۔ اور استاد اگر فاسق یا کافر ہو تو بھی اس کی تعظیم اور ادائے حقوق میں کمی نہ کرے ہاں دل سے بُرا سمجھے۔

(۳) بیوی کے ذمہ خاوند کی خدمت اور اس کی خواہش کو پورا کرنا لازم اور فرض ہے وہ کوئی مباح کام بھی ایسا نہیں کر سکتی جس میں خاوند کی خدمت وغیرہ میں خلل پڑے، دنیا میں بیوی پر خاوند کا جتنا حق ہے اتنا کسی کا کسی پر نہیں۔ جیسا کہ حدیث (مشکوٰۃ) میں ہے کہ فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کہ اگر میں سجدہ کرنے کا غیر خدائے تعالیٰ کے لئے حکم کرتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، یہاں سے کس قدر عظمت شوہر کی ثابت ہوئی کہ عبادت جو مخصوصات خداوندی میں سے ہے، اگر غیر خدا کے لئے روا ہوتی تو اس کا اہل شوہر کے سوا کوئی دوسرا نہ ہوتا۔ لیکن ہر حکم خاوند کا ماننا ضروری نہیں۔ ہاں خاوند کا وہ حکم جس کے نہ کرنے سے اُسے تکلیف ہو اور اس کی خدمت کا حرج ہو یا کسی کام کے کرنے سے ایسا ہو، پس ضرور ہے کہ عورت ایسے امور میں (بشرطیکہ وہ امور خلافِ شرع نہ ہوں) خاوند کی تابعداری کرے۔ اور اس کی خدمت میں کوتاہی نہ کرے اور کسی طرح اُس کے حقوق میں کمی نہ کرے۔ اور یہ مضمون والدین کے حقوق کے بارہ میں تفصیلی بیان ہو چکا ہے۔ بعینہ وہی حکم یہاں ہے۔ مگر یہاں زیادہ مؤکد ہے۔ سمجھانے کے چند مسائل نمونے کے طور پر لکھتا ہوں۔

(۱) خاوند اور زوجہ کا مال شرعاً جدا جدا سمجھا جاتا ہے۔ جس چیز کی خرید و فروخت اور ہر قسم کے تصرف کا حق زوجہ کو حاصل ہو گا وہ مال اس کا مملوک ہو گا اور جس مال پر اسی طرح زوج کا تصرف ہو وہ مال زوج کا ہے خلط ملط اور گڑ بڑ کرنے سے اگر مال حدِ نصاب کو پہونچ جائے تو زکوٰۃ وغیرہ ساقط نہ ہو گی۔ پس اگر خاوند کہے کہ میرا تیرا ایک ہی معاملہ ہے تو زکوٰۃ نہ ادا کر۔ تو ہرگز اس کا کہنا نہ مانے کہ اس میں مخالفت خداوندی ہے اور کسی مخلوق کی اطاعت مخالفت الٰہی میں جائز نہیں، لوگ اس مسئلہ میں کوتاہی کرتے ہیں۔

(۲) اگر خاوند عورت کے مملوک مال جائز موقع میں صرف کرنے سے روکے تو عورت کو اس کے حکم کی تعمیل واجب نہیں جبکہ بغیر کسی وجہ شرعی روکے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ باہم فساد برپا کرنا اچھا نہیں۔ حتی المقدور خوب موافقت سے رہنا چاہئے۔ بعضے شوہر چونکہ دیندار نہیں ہوتے اس وجہ سے ایسے موقعوں پر مخالفت کرنے لگتے ہیں۔ ایسے فساد سے بچنے کے لئے جائز اور مکروہ تنزیہی امور میں اس کی اطاعت کر سکتی ہے۔ ہاں فرض و واجب و سنت مؤکدہ کو اس کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتی۔

(۳) بغیر اجازت شوہر کسی بزرگ سے بیعت ہونا جائز ہے، ہاں کسی فساد کا اندیشہ ہو تو اس فساد رفع کرنے کی وجہ سے یہ جائز ہے کہ بیعت نہ ہو۔ مثلاً خاوند منع کرے کہ تو بیعت نہ ہو اور وہ بیعت ہونا چاہتی ہو تو اگر باہمت ہو تو اللہ کے بھروسہ پر بیعت ہو جائے۔ لیکن پھر کوئی رنج اس وجہ سے پیش آئے تو صبر کرے۔ ناشکری نہ کرے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو طرح طرح کی تکلیفیں پیش آتی ہیں۔ آخرت میں ایسے لوگوں کا بڑا درجہ ہے۔ اور یہی حکم اُن کاموں کا ہے جو مکروہ تنزیہی ہیں اور خاوند اُن کے کرنے کو کہے۔

(۴) اگر خاوند مکان پر موجود ہو تو نفل روزہ و نماز بغیر اس کی اجازت کے نہ پڑھے۔ اس لئے کہ شاید اُس کی خدمت میں اس وجہ سے کوتاہی ہو جائے۔ ہاں اُس کی اجازت سے پڑھے۔ حدیث شریف میں مکان پر موجود ہونے کی قید آئی ہے۔ اگر باہر ہو تو بغیر اجازت مضائقہ نہیں۔ اور اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو امور خاوند کے حقوق میں خلل انداز ہوں ان کا کرنا بغیر اس کی اجازت جائز نہیں۔ اور باقی سب کام شرع کے موافق کرنے درست ہیں

(۵) اگر شوہر کوئی جائز کام کسی اپنے قرابت دار یا کسی غیر کا عورت سے کراوے بغیر کسی مجبوری تو اس کا کرنا عورت کے ذمہ ضروری نہیں۔ مثلاً کسی کے لئے روٹی پکوائے یا کپڑا سلوائے یا کوئی ایسا ہی کام کرائے اگر کسی مجبوری سے کرائے تو چونکہ اُس کام نہ کرنے میں خاوند کو تکلیف ہو گی اس لئے ضرور ہے کہ کر دے۔ (فائدہ جلیلہ) اگر عورت کسی غیر محرم کا (بلا سخت مجبوری) کپڑا سیے تو اگر وہ شخص اچھا دیندار ہے اور کوئی فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو کوئی گناہ نہیں، اور اگر وہ شخص بددین ہو اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو سینا درست نہیں۔ بعضے بدچلن لوگ سیون دیکھکر لذت حاصل کرتے ہیں۔ بطورِ نمونہ یہ تھوڑا سا مضمون مُبالغہ سے بچانے کے لئے لکھد یا گیا تاکہ وہ مواضع معلوم ہوں کہ جہاں اطاعت شوہر ضروری اور جہاں غیر ضروری ہے: ورنہ خاوند کی اطاعت شرع کے موافق جسقدر ہو بڑی عمدہ بات ہے۔ بڑا درجہ جنت میں ایسی عورت کو حاصل ہو گا، ہاں نوافل وغیرہ عبادات کا بھی خیال رکھے کہ اصلی مقصود پیدائش مخلوق سے طاعت الٰہی ہے۔ اور اس کا تفصیلی حال کہ جس حالت میں ذکر اللہ والدین کی غیر ضروری طاعت سے افضل ہے پیشتر بیان کر چکے ہیں وہی حکم یہاں بھی ہے ؎

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے — یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

الحمدللہ تعالیٰ کہ تذئیل مفید تمام ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ مقبول اور نافع فرمائے۔ بطفیل جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

ضمیمہ مفیدہ از مؤلف در بیان حضرات مجددینِ[1] امتِ محمدیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اسمائے گرامی حضرات مجددین[2] ملت	صدی ہجری نمبر
حضرت امام الزاہدین سیدنا و مولانا امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین عمر بن عبد العزیز (تابعی) رضی اللہ عنہ و ارضاہ	۱
حضرت سیدنا و مولانا امام ربانی صاحب مذہب محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔	۲
حضرت ابن شریح و حضرت امام اشعری رحمہما اللہ تعالیٰ۔	۳
حضرت امام ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔	۴
حضرت امام العلماء مقتدا الاتقیاء رئیس الزہاد و سلطان العباد مولانا محمد بن محمد ابو حامد غزالی قدس سرہٗ	۵
حضرت امام رافعی و امام المتکلمین فخر الدین رازی رحمہما اللہ تعالیٰ۔	۶
حضرت امام المحدثین زبدۃ الکاملین شیخ تقی الدین ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ۔	۷
حضرت حافظ حدیث زین الدین عراقی و حضرت بحر بلقینی رحمہما اللہ تعالیٰ۔	۸
امام المحدثین مقدام المتصوفین شیخ المشائخ صاحب کشف و کرامات مولانا جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ و ارضاہ	۹
حضرت مولانا محدث علی قاری رحمہ اللہ الباری۔	۱۰
حضرت قطب ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ۔	۱۱
حضرت امام المسلمین قدوۃ الکاملین زبدۃ المحققین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ	۱۲
حضرت قدوۃ العارفین خلاصہ خاندان مصطفوی سیدنا و مولانا سید احمد صاحب رائے بریلوی قدس سرہٗ	۱۳
حضرت علامۂ زماں قطب دوراں سیدی و محبوبی و مرشدی حافظ قاری مولوی حاجی شاہ اشرف علی صاحب تھانوی سلمہٗ رب القوی۔	۱۴

واعلم ان ہذہ الامۃ لا تتجاوز عن الخمسمائۃ بعد الالف کما جاء فی الحدیث وحققہ الامام السیوطی

[1] ماخذہ قرۃ العیون فی شرح سرور المحزون و شرح احیاء العلوم ۱۲ منہ

[2] مجدد اسکو کہتے ہیں جو اصلاح کرے ان خرابیوں کی جو دین میں پیدا ہو گئی ہوں خواہ علم سے خواہ مال سے یا اور کسی طرح ہر صدی میں ایک مجدد ضرور ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اور کبھی ایک سے زیادہ بھی ہوتے ہیں۔ اور حدیث میں اس کی نفی نہیں ۱۲ منہ

ہذا القول منی ۱۲ منہ

نئی روشنی، یا تعلیم جدید

عموماً وہ لوگ جو دینی اور مذہبی حقائق سے ناواقف ہوتے ہوئے تعلیم جدید حاصل کرتے ہیں کچھ نصاب تعلیم کی خامی سے اور کچھ وہاں کے لادینی احول سے متاثر ہو کر عموماً اسلامی عقائد اور احکام میں بتلائے شبہات ہو جاتے ہیں بحضرت حکیم الامت نے ان کی اصلاح کے لیے ایک کتاب بطور کلیات وقواعد کے تحریر فرمائی جس جدید فلسفہ کے مقابلہ میں جدید علم کلام کہا جائے تو مناسب ہے جس میں ہر شبہ واعتراض کے اصل منشاء پہ نظر فرما کر نہایت جامع ومفید تحقیق فرمائی ہے اس کو سامنے رکھا جائے تو انشاء اللہ شبہات جدیدہ پیدا ہی نہیں ہو سکتے اس کتاب کا نام الانتباہات المفیدہ عن الشبہات الجدیدہ ہے قیمت بارہ آنہ (۱۲/)

اصلاح الخیال

دوسری کتاب میں نئی روشنی سے پیدا شدہ شبہات کا جزئی طور پر شافی وکافی جواب ہے

قیمت چھ آنہ (۶/)

پردۂ شرعی کے تین رسالے

از حکیم الامۃ قدس سرہ۔ ایک رسالہ القاء السکینہ فی تحقیق ابداء الزینہ ہے جس میں قرآن مجید سے عورتوں کے لئے پردہ کی ضرورت اور اس کی شرعی وجہ محقق جواب ہے۔ دوسرا رسالہ ثبات الستور لذوات الخدور ہے جس میں احادیث معتبرہ سے عورتوں کے لیے پردے کے احکام جمع کئے ہیں تیسرا رسالہ القول الصواب ہے جس میں پردہ سے متعلقہ شبہات کا جواب ہے تینوں رسالوں کی قیمت ایک روپیہ ہے پردہ شرعی کی تکمیل مدیث یہ کتاب حال میں حاصل دارالعلوم دیوبند مولوی